سرکاری زکوۃ بورڈ



شرعی حیثیت

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست سرکاری زکوۃ بورڈ کی شرعی حیثیت

سرکاری زکوٰۃ بورڈ کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکاری زکوۃ بورڈ کی شرعی حیثیت

تمہید وتقدیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ۔أما بعد: ریاستی حکومتِ کرناٹک نے اعلان کیا ہے کہ اس نے ''زکوۃ بورڈ'' کے قیام کا منصوبہ بنایا ہے، اوراس کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ بیرونی ممالک میں قیام پذیر ہندوستانی مسلمانوں کو چونکہ زکوۃ کی ادائیگی میں دشواری وتنگی پیش آرہی ہےاس لیے ''بورڈ'' ان سے زکوۃ وصول کرے گااور پھراس کواس کے مصرف میں خرچ کرے گا۔

یہ بات بہت ہی ظاہر ہے کہ زکوۃ اسلامی فرائض میں سے ایک اہم ترین فریضہ ہے ،اوراس کے چنداہم اصول وضوابط وشرائط ہیں جن کا کتب فقہ میں بالاستقلال ذکرکیا گیاہے۔اور یہ بھی واضح ہے کہ اس اہم ترین فریضہ کی ادائیگی میں بڑے احتیاط کی ضرورت ہے، ذراسی غفلت وکوتاہی بھی اس کی بربادی کاباعث بن سکتی ہے،اسی لئے ہمیشہ سے علماء کرام نے عبادات کے باب کونہایت اہمیت دی اورفقہی کتب میں اسی کوسب سے اول بیان کرنے کامعمول رکھا،تاکہ دوسرے شعبوں کی نسبت اس کی اہمیت ظاہر ہواور لوگ بھی اس کو اسی نگاہ سے دیکھیں جس کاکہ وہ حقدار ہے۔

اس لیے جب یہ مسئلہ سامنے آیا کہ حکومت نے ''زکوۃ بورڈ'' قائم کرنے کا منصوبہ بنایا ہےتو ضروری ہوا کہ اس بورڈ کی شرعی حیثیت معلوم کی جائے اور یہ واضح

کیا جائے کہ یہ بورڈ شرعی اصول وشرائط کے مطابق ہے یانہیں؟ تاکہ اس میں زکوۃ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کیا جاسکے، کہ اگر شرعی اصول وشرائط پر اُترتا ہے تو اس میں زکوۃ دی جائے اور نہیں اُترتا تو نہ دی جائے اور پھر حکومت سے اس سلسلہ میں نظر ثانی کی گزارش کی جائے۔

چنانچہ بعض علماء کرام نے اس پر غور فرما کر اپنا فتوی بھی شائع فرمایا ہے، امیر شریعت کرناٹک حضرت مولانا ابوالسعود احمد صاحبؒ کا فتوی اس سلسلہ میں اخبارات کی زینت بن چکا ہے اور اس سے اجمالی طور پر مسئلہ کی نوعیت بھی سب کے سامنے آچکی ہے۔ احقر کے پاس بھی اس سلسلہ کے بعض خطوط آئے جن میں اس بورڈ کی شرعی حیثیت کا سوال کیا گیا تھا اور احقر ان سوالات کے مجمل ومختصر اور بعض کسی قدر مفصل جوابات خطوط کے ذریعہ دے چکا ہے، پھر خیال ہوا کہ اس مسئلہ پر ذرا تفصیل سے لکھا جائے تو مناسب ہے تاکہ وضاحت کے ساتھ عوام کے سامنے مسئلہ آجائے، اس لیے ذیل کی سطور لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ کے دو پہلو

سب سے اول اس پر نظر ڈالئے کہ ''زکوۃ بورڈ'' کے مسئلہ کے ہمارے سامنے دو پہلو ہیں: ایک تو یہ کہ حکومت کو کیا یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے زکوۃ وصول کرے، دوسرا یہ کہ مسلمانوں کو کیا اس کی اجازت ہے کہ وہ اپنی رضاء وخوشی سے اپنی زکوۃ اس ''زکوۃ بورڈ'' کے حوالہ کریں تاکہ بورڈ اس کو مصارفِ زکوۃ میں خرچ کرے؟ ہم ان دونوں پہلوؤں پر الگ الگ بحث کریں گے۔

اسلامی حکومت ہی زکاۃ کی وصولی کی حقدار ہے

جہاں تک پہلے مسئلہ یا پہلے رُخ کا تعلق ہے اس پر غور کرنے سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ہماری حکومت ''لا دینی''، یعنی ''سیکولر'' حکومت ہے اور یہ اگرچہ ہم پر حاکم ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے سربراہ کو امام المسلمین وامیر المومنین کی حیثیت حاصل ہو جائے؛ کیونکہ کوئی غیر مسلم و بے دین، مسلمانوں کا امام وامیر نہیں ہو سکتا۔

پس ہم پر حاکم موجودہ حکومت نہ اسلامی حکومت ہے اور نہ ہی اس کا سربراہ امام وامیر کے قائم مقام ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو حق اسلامی حکومت اور اس کے سربراہ امام وامیر کو شرعاً حاصل ہے، وہ کسی لا دینی حکومت اور اس کے سربراہ کو حاصل نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی کسی کو اجازت ہو سکتی ہے کہ وہ اس شرعی حق کو چرائے اور اس میں کسی قسم کا تصرف کرے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ زکوۃ کی وصولی کا حق کس کو ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء

وعلماء نے تصریح کی ہے کہ یہ حق صرف اسلامی حکومت کے سربراہ و امام وامیر کو حاصل ہے۔

اوراس کی دلیل قرآن وحدیث سے دی گئی ہے،قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾[التوبة:۱۰۳]

(آپ (اے نبی!)ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کیجئے ،تاکہ آپ ان کو اس کی وجہ سے پاک وصاف کریں اوران کو دعاء دیں، کہ آپ کی دعاء ان کے لئے سکون کا باعث ہے،اوراللہ تعالی سننے والے جاننے والے ہیں)

اس آیت میں حضور علیہ السلام کو مسلمانوں کے مال کا صدقہ وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے،اورفقہاء نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے امیر وامام کی یہ ذمہ داری وحق ہے۔

صاحب بدائع الصنائع کہتے ہیں کہ :"والآية نزلت في الزكاة و عليه عامّة أهل التأويل ، أمر نبيه ﷺ بأخذ الزكاة ، فدل على أن للإمام المطالبة ذلك والأخذ" (یہ آیت زکاۃ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اورعام اہل تفسیر اسی پر ہیں، اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو زکاۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام کو اس کے مطالبہ کا اور وصول کرنے کا حق ہے)(۱)

اورحدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو اللہ کے نبی ﷺ نے جب یمن بھیجا تھا تو منجملہ اور باتوں کے یہ بھی فرمایا تھا کہ: " أخبرهم أن الله قد فرض عليهم صدقةً تُؤخَذُ من أغنيائهم و تُرَدُّ إلى فقرائهم" (وہاں کے لوگوں کو بتادینا کہ اللہ تعالی نے ان پر صدقہ فرض

(۱)بدائع الصنائع:۲/۳۵

کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائے گا)(۱)

اس سے علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ زکاۃ کی وصولی کا حق صرف امام المسلمین اوراس کے نائبین کو حاصل ہے۔ چنانچہ محدث کبیر علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فتح الباری میں، علامہ امیر الصنعانی نے سبل السلام شرح بلوغ المرام میں، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے عون المعبود میں اس حدیث سے علماءکرام کے اس استدلال کا ذکر کیا ہے کہ:

"اُسْتُدِلَّ بِهِ عَلَى أَنَّ الإمَامَ هُو الَّذِي يَتَوَلَّى قَبْضَ الزَّكَاةِ وَ صَرْفَهَا إِمَّا بِنَفْسِه وَإِمَّا بِنَائِبِه ،"(علماء نے اس (حدیث کے اس جملہ) سے استدلال کیا ہے کہ زکوۃ کے وصول کرنے اوراس کو صرف کرنے کا متولی وذمہ دار امام وامیر ہے وہ خود یہ کام کرے یا اس کا مقرر کردہ نائب)(۲)

معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی رو سے امیر المومنین یا اس کا نائب ہی زکوۃ کی وصولیابی کا ذمہ دار وحقدار ہے، دوسروں کو اس میں مداخلت کی اجازت نہیں، لہٰذا ہماری اس لادینی حکومت کو کسی طرح یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسلمانوں سے زکوۃ وصول کرے اوراس کو صرف کرے۔

امام کو بھی محدود اختیار ہے

پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام المومنین وامیر المومنین کو بھی زکوۃ کی وصولی کے سلسلہ میں کلی اختیارات نہیں دیے گئے ہیں؛ بلکہ محدود اختیارات دیے گئے ہیں۔

(۱) بخاری:۱۳۳۱، مسلم:۱۹، ترمذی:۶۲۵، ابوداؤد:۱۵۸۴، نسائی:۲۴۳۵، ابن ماجہ:۱۷۸۳، احمد: ۱/۲۳۳ (۲) فتح الباری:۳/۳۶۰، سبل السلام:۲/۱۲۰، نیل الاوطار:۴/۱۷۱، عون المعبود:۴/۳۲۷

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شرعاً مال کی دو قسمیں ہیں: ایک مال ظاہر ہے، اور دوسرے مال باطن، مالِ ظاہر سے مراد: بکری، گائے اور اونٹ وغیرہ وہ جانور ہیں جو سال کا اکثر حصہ چراگاہوں میں چرتے ہوں اور مالِ باطن سے مراد سونا، چاندی، روپیہ پیسہ و دیگر سامان تجارت ہے۔

احادیث میں نبی کریم ﷺ سے صرف مال ظاہر کی زکوۃ کا وصول کرنا اور اس کے لئے عاملین زکاۃ کو روانہ کرنا ثابت ہے اور مال باطن کی زکوۃ کا وصول کرنا کہیں مروی نہیں۔اسی لئے ایک روایت میں امام احمد نے کہا کہ:" يستحب دفع زكاة الأموال الظاهرة إلى السلطان دون الباطنة لأن النبي ﷺ وخلفائه رضى الله عنهم كانوا يبعثون سُعَاتهم لقبض زكاة الأموال الظاهرة دون الباطنة" (اموال ظاہرہ کی زکوۃ امام کے حوالے کرنا مستحب ہے نہ کہ اموال باطنہ کی؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفاء کرام اموال ظاہرہ کی زکوۃ وصول کرنے کے لئے اپنے کارندوں کو بھیجتے تھے اموال باطنہ کی زکوۃ کے لئے نہیں بھیجتے تھے)(۱)

اور علامہ کاسانی نے امام ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھوں نے کہا کہ:" لم يبلغنا أن النبي ﷺ بعث في مطالبة المسلمين بزكاة الورق و أموال التجارة ولكن الناس كانوا يعطون ذلك ، ومنهم من كان يحمل إلى الأئمة فيقبلون منه ذلك ولا يسئلون أحدا عن مبلغ ماله ولا يطالبون بذلك"(ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں سے سونے چاندی اور تجارتی مالوں کی زکوۃ وصول کرنے کسی کو بھیجا ہو،لیکن لوگ خود یہ ان کو دیدیا کرتے تھے، پس بعض لوگ اماموں وحاکموں کے پاس زکوۃ لے جاتے اور وہ ان سے اس کو قبول کرلیتے تھے مگر ان سے ان کے مبلغ مال کے بارے میں

(۱)الکافی:۱/۲۳۸

پوچھتے نہیں تھے اور نہ زکوۃ کا ان سے مطالبہ کرتے تھے)(۱)

اس سے فقہاء کرام نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امام وامیر کو مال ظاہر کی زکوۃ کے وصول کرنے کا حق واختیار ہے، مال باطن کی وصولی کا حق نہیں، الا یہ کہ خود مال والے اپنی رضا وخوشی سے امام کو دینا چاہیں تو وہ دے سکتے ہیں۔اسی لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اپنی خلافت کے دور میں ایوب بن شرحبیل کو لکھا تھا کہ:

"خُذ من المسلمين من كلِّ أربعين ديناراً ديناراً ، ومن أهل الكتاب من كلِّ عشرين ديناراً إذا كانوا يريدونها ، ثم لا تأخذ منهم شيئاً حتى رأس الحول ، فإنّي سمعتُ ذلك ممّن سَمِع النبيَّ يقولُ ذلك"(مسلمانوں سے ہر چالیس دینار پر ایک دینار اور اہل کتاب سے ہر بیس دینار پر ایک دینار وصول کرو، اگر وہ چاہیں، پھر ایک سال تک کچھ نہ لو؛ کیونکہ میں نے یہ بات ان سے سنی ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے)(۲)

اس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے صاف فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنے ارادہ سے دیں تو وصول کرو، ورنہ مال باطن کی وصولی کا حق نہیں ہے۔

فقہاء کرام کی تصریحات

اب لیجئے فقہاء کرام کی اس سلسلہ میں تصریحات بھی ملاحظہ کیجئے، حنفی فقیہ علامہ ابن نجیم المصری نے لکھا ہے کہ :" لأنه ليس للسلطان ولاية أخذ زكاة الأموال الباطنة "(کیونکہ سلطان کو اموال باطنہ کی زکوۃ وصول کرنے کا حق ولایت حاصل نہیں ہے)(۳)

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۳۵-۳۶ (۲) طحاوی: ۱/۲۶۳ (۳) البحر الرائق: ۲/۲۲۷، نیز ۲/۲۴۰

علامہ ابن عابدین الشامی الحنفی نے لکھا ہے کہ:

"لما كثرت الأموال في زمن عثمان رضى الله عنه وعلم أن في تتبّعها ضرراً بأصحابها رأى المصلحة في تفويض الأداء إليهم بإجماع الصحابة ، فصار أرباب الأموال كالوكلاء عن الإمام و لم يبطل حقه عن الأخذ ،ولذا قال أصحابنا :لو علم من أهل بلدةٍ أنّهم لا يُؤدُّون زكاة الأموال الباطنة فإنه يطالبهم ، وإلا فلا لمخالفة الإجماع"

(خلاصہ یہ ہے کہ جانوروں کی زکوۃ اور دوسرے اموال کی زکوۃ کے وصول کرنے کا حق امام المسلمین کو تھا،لیکن جب حضرت عثمان کے زمانے میں اموال کی کثرت ہوگئی اوران کا پیچھا کرنے میں مال والوں کا حرج تھا تو آپ نے صحابہ کے اجماع سے مصلحت اس میں دیکھی کہ مال والوں ہی کو اس کی ادائیگی کی ذمہ داری سپرد کردی جائے ،لہٰذا اصحابِ مال امام کے وکیل کی طرح ہو گئے ،لیکن امام سے اس کا حق ساقط نہیں کیا ،اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر امام کو کسی شہر والوں کے بارے میں علم ہوا کہ وہ اموال باطنہ کی زکوۃ نہیں دیتے تو وہ ان سے مطالبہ کرسکتا ہے، ورنہ اجماع کی خلاف ورزی کی وجہ سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔ (۱)

امام زرکشی شافعی نے اپنی کتاب "**خبايا الزوايا**"میں اورامام نووی نے "**روضة الطالبين**"میں ذکر کیا ہے کہ:" وأما الأموال الباطنة فقال الماوردي :ليس للولاة نظر في زكاتها فأربابها أحق بها "(**اور رہے اموال باطنہ تو امام ماوردی نے کہا کہ حاکموں کو ان کے زکوۃ کے بارے میں نظر کا حق نہیں ہے، بلکہ مالکین اموال ہی اس کے زیادہ حقدار ہیں**)(۲)

امام نووی شافعی نے کہا کہ:" قال الشافعي والأصحاب رحمهم الله

(۱) شامی:۲/۲٦۰ (۲) خبایا الزوایا:۱/۱۴۰،روضۃ الطالبین:۲/۲۰٦

تعالى: للمالك أن يفرق زكاة ماله الباطن بنفسه ،وهذا لاخلاف فيه و نقل أصحابنا فيه إجماع المسلمين"(**امام شافعی اوران کے اصحاب نے کہا کہ مالک مال کوحق ہے کہ وہ اپنے مال باطن کی زکوۃ خود ہی تقسیم کردے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے،اور ہمارے اصحاب نے اس سلسلہ میں اجماع نقل کیا ہے**)(۱)

امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ: " وقد أطبق الفقهاء بعد ذلك على أن لأرباب الأموال الباطنة مباشرة الإخراج وشذّ من قال بوجوب الدفع الى الإمام ، وهو رواية عن مالك وفي القديم للشافعي نحوه على تفصيل عنهما" (**فقہاء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اموال باطنہ کے مالکین اپنے مال کی زکوۃ خود ہی نکال سکتے ہیں اور جس نے اس کی زکوۃ امام کے حوالے کرنے کو واجب کہا وہ جماعت سے الگ ہوگیا،اور یہ امام مالک کی ایک روایت ہےاورامام شافعی کےقول قدیم میں بھی اسی جیسی بات کچھ تفصیل کے ساتھ ہے**)(۲)

اورشافعی فقیہ علامہ خطیب الشربینی نے " مغنی المحتاج "میں لکھا ہے کہ:" وله أن يؤدي بنفسه زكاة المال الباطن وإن طلبها الإمام ،وليس للإمام أن يطالبه بقبضها بالإجماع كما قاله في المجموع" (**اور مال والے کو مال باطن کی زکوۃ خود ہی نکالنے کی اجازت ہے اگر چہ کہ امام اس کا مطالبہ کرے،اورامام کواس کی وصولی کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں،"المجموع" میں اسی طرح لکھا ہے**)(۳)

ان ساری عبارات سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ امام المسلمین کوصرف اموال ظاہرہ کی زکوۃ وصول کرنے کا حق ہےاوراموال باطنہ کی زکوۃ وصول کرنے کا اس کو حق نہیں ،اوراس پرحضرت عثمان کے زمانے میں حضرات صحابہ اور بعد کے ادوار

(۱)المجموع:۶/۱۴۷(۲)فتح الباری:۱۳/۳۵۵(۳)مغنی المحتاج:۱/۴۱۳

میں علماء کا اجماع ہو چکا ہے، اور جو اس کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ اموال باطنہ کی زکوۃ بھی امام کو دینا واجب ہے اور اس کو اس کے مطالبہ کا حق ہے انھوں نے اجماع کی خلاف ورزی کی ہے، لہٰذا جو واقعی امام المسلمین و امیر المؤمنین ہو اس کو بھی اموال ظاہرہ کی زکوۃ ہی وصول کرنے کی گنجائش ہے، اور اموال باطنہ میں اس کو یہ حق نہیں، الا یہ کہ مالک ان اموال کو لیکر شہر سے باہر جائے تو امام کو یہ حق ہے کہ وہ اس کی بھی زکوۃ وصول کرے۔

زکوۃ بورڈ کا قیام، حق شرعی کا غصب

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ **اولاً** تو زکوۃ کی وصولیابی کا حق صرف اسلامی حکومت کو ہے، لہٰذا اس حق شرعی میں مداخلت کرنا اور غیر اسلامی حکومت کا اپنے لیے یہ حق ثابت کرنا یا اس کا دعویٰ کرنا صریح دین وشریعت میں مداخلت اور حق شرعی کا غصب ہے اور مداخلت فی الدین اور حق شرعی کے غصب کا حرام و ناجائز ہونا ظاہر ہے، لہٰذا زکوۃ بورڈ کا قیام مداخلت فی الدین وحق شرعی کے غصب کے مترادف ہونے کی وجہ سے ناجائز و باطل ہے۔

ثانیاً : اسلامی حکومت کو بھی کلی اختیار نہیں بلکہ صرف مال ظاہر کی وصولی کا اختیار ہے تو غیر اسلامی حکومت تو بدرجۂ اولی اس کا اختیار نہیں رکھتی کہ مال باطن کی زکوۃ وصول کرے اور یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں ہو یا بیرون ہندوستان آج کل اکثر لوگ مال باطن، چاندی سونا وغیرہ کے ہی مالک ہوتے ہیں، جانور یا تو پالتے نہیں یا بہت ہی محدود مقدار میں پالتے ہیں جن پر زکوۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، مثلاً کسی کے پاس چالیس بکریاں ہوں تو ایک بکری زکوۃ میں وصول کی جائے گی اور اگر کسی کے پاس تیس گائے ہوں تو ایک سال کا گائے کا بچہ زکوۃ میں وصول

کیا جائے گا، وعلیٰ ہذا القیاس دوسرے جانوروں کا معاملہ ہے۔ اب ایسے کون لوگ ہیں یا کتنے ہیں؟ غور کر لیا جائے۔

پھر کیا اس بورڈ کا قیام لغو حرکت کے مترادف نہ ہوا؟ اور پھر یہاں جو کہا جا رہا ہے کہ بیرونی مما لک میں مقیم ہندوستانیوں سے زکوۃ وصول کی جائے گی تو کیا یہ لوگ وہاں بکری اور گائے اور اونٹ وغیرہ پال رہے ہیں؟ کیا یہ مضحکہ خیز بات نہیں ہے؟

الغرض یا تو ''زکوۃ بورڈ'' کا قیام مداخلت فی الدین کہلانے کا مستحق ہے یا مضحکہ خیز ولغو حرکت! پس لا دینی وغیر اسلامی حکومت کو اس کا کسی طرح حق نہیں کہ اس شرعی حکم وشرعی حق میں دخل اندازی کرے۔

مسئلہ کا دوسرا رُخ

یہاں تک مسئلہ کے پہلے رُخ پر بحث تھی، اب آیئے اس کے دوسرے پہلو کی طرف، اور وہ ہے اپنی خوشی ورضا سے یا حکومت کے جبر کی بنا پر زکوۃ کا ''لا دینی حکومت'' کے حوالہ کرنے کا مسئلہ کہ مسلمانوں کو اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ یہاں پہلے اور دوسرے پہلو میں فرق بھی واضح کر دینا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ پہلے رخ کا حاصل یہ تھا کہ ''لا دینی حکومت'' کو جبراً مسلمانوں سے زکوۃ وصول کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اوپر معلوم ہو چکا کہ لا دینی حکومت اس کی مجاز نہیں ہے اور دوسرا رخ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ مسلمانوں کو جبر کیا گیا یا بلا جبر خود مسلمان اپنی رضا سے اس ''بورڈ'' میں زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا کیا حکم ہے۔

اس سلسلہ میں دو موٹی موٹی اور عام فہم باتیں عرض کرتا ہوں:

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ امام المسلمین وامیر المؤمنین کی حیثیت زکوۃ کی وصولی کے معاملہ میں فقراء ومساکین کے وکیل کی ہے، اس لیے کہ جب اس کو

امیر تسلیم کرلیا تو اپنے امور میں لوگوں نے اس کو اپنا وکیل بھی بنادیا، لہٰذا امام وامیر جب لوگوں سے زکوۃ وصول کرکے، اس کو اپنے قبضہ میں کرلے گا تو چونکہ وہ فقراء ومساکین کا وکیل ہے اس لیے یہ قبضہ فقراء ومساکین کا قبضہ ہوگا؛ کیوں کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کے قبضہ کے حکم میں ہوتا ہے، لہٰذا زکوۃ دہندہ امام وامیر کو زکوۃ دے کر اس فریضہ سے سبکدوش ہوجاتا ہے، آگے امام ذمہ دار ہے کہ وہ اس کو مصارفِ زکوۃ میں حکم شرعی کے مطابق خرچ کرے، اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو اس کا وبال اسی پر ہے اور زکوۃ دہندہ کی زکوۃ میں نہ کوئی خرابی آئے گی اور نہ ہی دوبارہ وہ اس کے ادا کرنے کا مکلّف ہوگا۔

اس کے برخلاف غیر اسلامی حکومت کا سربراہ اس حیثیت کا حامل نہیں ہے؛ کیوں کہ جب غیر مسلم وبے دین کو مسلمانوں پر ولایت وامارت حاصل نہیں تو وہ نہ تو مسلمانوں کا امیر ہوا، نہ ان کے امور کا ولی ووکیل ہوا، اس لیے اس کا قبضہ فقراء ومساکین کے قبضہ کے حکم میں نہ ہوگا، لہٰذا اگر زکوۃ دہندہ نے زکوۃ اس کے حوالہ کردی اور وہ مصارف زکوۃ میں نہ لگائی گئی تو زکوۃ دہندہ کی زکوۃ کسی طرح ادا نہ ہوگی اور وہ برابر اس کی ادائیگی کا مکلّف ومخاطب رہے گا۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص کا قرضہ زید پر ہے، قرض دہندہ نے زید کے پاس اپنا وکیل بھیجا کہ زید سے قرض وصول کرکے لائے اور زید نے اس کا قرضہ وکیل کے حوالہ کردیا، اب اگر وکیل مؤکل کے پاس یہ قرض نہ پہنچائے تو زید سے مطالبہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اب مطالبہ وکیل ہی سے ہوگا، اس لیے کہ وکیل کا قرضہ پر قبضہ کرلینا مؤکل (یعنی قرض دہندہ) کے قبضہ کے حکم میں ہے، لہٰذا زید اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوگیا، لیکن اگر قرض دہندہ نے وکیل نہیں بھیجا، زید نے

خود کسی کو اس کا قرضہ پہنچانے کے لیے دیا اور اس نے یہ قرض نہ پہنچایا تو قرض کا مطالبہ زید ہی سے ہوگا اور پھر دوبارہ جب تک وہ قرض ادا نہ کرے گا برابر ادائیگی کا مکلّف رہے گا؛ کیوں کہ قرض دہندہ نے نہ خود اپنے قرضہ پر قبضہ کیا، نہ کسی اور کے ذریعہ سے کرایا۔

جب یہ واضح ہوگیا تو اب قابل غور بات یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنی زکوۃ اس ''لادینی بورڈ'' کے حوالہ کردیں تو ان زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ تو ابھی ادا نہیں ہوئی بلکہ اس وقت ادا ہوگی جب کہ وہ رقم مصرفِ زکوۃ میں خرچ ہوجائے، اور بالفاظ دیگر غرباء وفقراء اور محتاج لوگوں کے پاس پہنچ جائے، اور حالات وقرائن پوری قوت کے ساتھ اس بات کے دلائل فراہم کررہے ہیں کہ یہ بورڈ کبھی بھی اس کو صحیح مصرف میں نہیں لگائے گا؛ کیوں کہ حکومت جن لوگوں کو اس بورڈ کی ذمہ داری سونپے گی کیا یقین ہے کہ وہ سب کے سب خداترس، مفاد پرستی سے دور اور دین کا صحیح علم اور قوم وملت کا درد رکھنے والے ہوں گے؟ بلکہ حالات تو اس کے خلاف کی یقین دہانی کررہے ہیں، کیا دیگر اداروں، تنظیموں اور بورڈوں کا حال معلوم نہیں؟ کیا وقف بورڈ ہی عبرت حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں؟

پھر کیسے بھروسہ کیا جاسکتا ہے کہ ہماری زکوۃ بلا کسی خطرہ کے مستحقین تک پہنچ جائے گی اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہ ہوگی؟ غور کیجئے کہ اگر ایک کو یقین ہے کہ زید بے دین ہے، خیانت کرتا ہے، دھوکہ باز ہے تو کیا وہ آدمی زید کو زکوۃ یہ کہہ کر حوالہ کردے گا کہ یہ فقراء میں تقسیم کردو؟ ہرگز نہیں کرے گا، اگر ایسا کرے گا تو سخت مجرم قرار دیا جائے گا؛ کیوں کہ اس نے اپنے اختیار سے زکوۃ کو ضیاع کے خطرہ میں ڈال دیا ہے، اسی طرح اگر مسلمان اس بورڈ کو زکوۃ دیں گے تو ضرور گنہ گار ہوں گے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جب سیدھا سیدھا راستہ ہو اور اس سے بآسانی مقصد تک رسائی حاصل ہوسکتی ہو تو ظاہر ہے کہ کسی پرخطر و پیچیدہ راستہ کو اختیار کرنا مسلمان کی شان سے تو بعید ہے ہی، کسی معمولی انسان کی بھی شان کے خلاف ہے، اس لیے جب شریعت میں زکوۃ ادا کرنے کا یہ آسان طریقہ موجود ہے کہ زکوۃ دہندہ خود اپنے طور پر مستحق افراد کو زکوۃ کی رقم پہنچا سکتا ہے تو اس کو چھوڑ کر اس لادینی ''سرکاری زکوۃ بورڈ'' کا راستہ ادائیگیٔ زکوۃ کے لیے کیوں اختیار کیا جائے؟ پس اس پُرخطر راستہ کو اس کام کے لیے ہرگز ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے ورنہ پشیمانی ہی نہیں، بلکہ بڑی پریشانی کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

غیر مسلم حاکم کو زکاۃ دینے کا حکم

اس سلسلہ میں مصنف عبدالرزاق میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اپنے مال کی زکاۃ کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ "ادفعها إلى السلطان"(بادشاہ کے حوالے کردو) اس نے عرض کیا کہ ہمارے امراء و حکام دھاقین ہیں، آپ نے پوچھا کہ دھاقین کون ہوتے ہیں؟ اس نے کہا کہ مشرکین میں سے ہیں، آپ نے فرمایا کہ :"فلا تدفعها إلى المشركين"(زکاۃ مشرک حکام کے حوالے نہ کرنا)(۱)

اس روایت سے ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے کہ غیر مسلم حکام کو زکاۃ دینا ممنوع ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کو سائل کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔

---

(۱) مصنف عبدالرزاق:۴/۴۷

فاسق امیر کو زکوۃ دینے کا حکم

یہ تو غیر مسلم حکام کا مسئلہ ہے، اگر کوئی مسلمان حاکم بھی زکاۃ کے اموال کو صحیح مصرف میں خرچ نہ کرتا ہو اور اس کا غلط استعمال کرتا ہو تو بعض صحابہ و تابعین وائمہ نے ایسے مسلم حکام کو بھی زکوۃ دینے سے منع کیا ہے اور بعض حضرات اس کے خلاف ظالم و جابر اور فاسق و فاجر حکام کو بھی زکاۃ حوالے کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

المدونۃ الکبری میں ہے کہ ابن وھب نے کہا کہ مجھے بہت سے اہل علم نے بتایا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن الیمان، انس بن مالک، ابوقتادہ، ابوسعید خدری، ابو ہریرہ، عائشہ، ام سلمہ، محمد بن کعب القرظی، مجاہد، عطاء قاسم، سالم، محمد بن المنکدر، عروہ بن الزبیر، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، مکحول، اور قعقاع بن حکیم وغیرہ حضرات اہل علم سلطان کو زکاۃ دینے کا حکم دیتے تھے اور خود بھی اپنی زکاۃ اس کو دیتے تھے۔(۱)

جو حضرات فاسق حکام کو زکاۃ حوالے کرنے کی اجازت دیتے ہیں ان کے متعدد دلائل ہیں، ان کی ایک دلیل تو یہ حدیث ہے جو حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے کہا کہ اگر میں آپ کے قاصد کو زکاۃ ادا کردوں تو کیا میں اللہ و رسول کے پاس بری ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! جب تو میرے قاصد کو زکاۃ دیدے گا تو تو اللہ و رسول کے پاس بری ہو جائے گا، پس تجھے اس کا اجر ملے گا اور اس کا گناہ اسی پر جو اس کو بدل دے۔(۲)

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر بن عتیک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

---

(۱) المدونۃ الکبری: ۳۲۹/۲ (۲) رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد: ۶۳/۳

نے فرمایا کہ: "سَيَأْتِيكُمْ رَكبٌ مُبَغَّضُونَ ، فَإِذَا جَاءُوكُم فَرَحِّبُوا بِهِمْ وَ خَلُّوا بينهُم و بَيْنَ ما يَبْتَغُونَ فإن عَدَلُوا فلأنفسِهِم وإنْ ظَلَمُوا فعَلَيْهَا وأرْضُوهُم ، فإنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رَضَاهُم وَ لْيَدْعُوا لَكُمْ " (عنقریب تمہارے پاس زکاۃ وصول کرنے والے سوار لوگ آئیں گے جو تمہیں مبغوض ہوں گے، پس جب وہ آئیں تو ان کو خوش آمدید کہو اور وہ جو لینا چاہیں اس میں اور ان میں راستہ خالی کر دو، پس اگر وہ عدل کریں تو اس کا ثواب ان کو ملے گا اور اگر وہ ظلم کریں تو اس کا وبال بھی ان ہی پر ہوگا، اور تم ان کو راضی رکھو، کیونکہ تمہاری زکاۃ کی تکمیل ان کی رضا وخوشی سے ہے)(۱)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوالغصن ثابت بن قیس ہے جس کو بعض نے ضعیف کہا ہے اور بعض نے اس کی توثیق کی ہے امام احمد نے توثیق کی اور یحی بن معین نے کبھی توثیق کی اور کبھی تضعیف کی ہے۔(۲)

مگر یہ حدیث ان کی دلیل نہیں بن سکتی؛ کیونکہ شراح نے اس کی تشریح میں کہا ہے کہ اس حدیث میں جو ان کو مبغض کہا ہے یہ اس لحاظ سے کہ مال طبعاً محبوب ہوتا ہے اور جو اس کو وصول کرنے والا ہو وہ طبعاً مبغوض ہوتا ہے، لہٰذا یہاں شرعی بغض نہیں بلکہ طبعی بغض مراد ہے اور آگے جو یہ کہا ہے کہ "وہ اگر عدل وانصاف کریں تو اس کا ثواب ان ہی کو ملے گا اور ظلم کریں تو اس کا وبال بھی ان ہی کو ملے گا" اس سے واقعۃً ان کا ظلم کرنا مراد نہیں، بلکہ ظلم سے مراد لوگوں کے خیال میں ان کا ظالم ہونا ہے، علامہ طیبی و ملا علی القاری وغیرہ حضرات شراح حدیث کہتے ہیں کہ اگر یہاں واقعہ میں ان کا ظالم ہونا مراد ہوتا تو ان کی رضا جوئی اور ان سے دعاء لینے کی بات کیوں کہی جاتی؟ معلوم ہوا کہ یہاں اس سے مراد صرف یہ ہے کہ بظاہر یا تمہارے

(۱) ابوداؤد: ۱۵۸۸، سنن کبری بیہقی: ۴/۱۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۳۵۴ (۲) عون المعبود: ۴/۳۳۰

خیال میں وہ ظالم معلوم ہوں تب بھی ان کو زکاۃ ادا کردو۔(۱)

اس سلسلہ میں علامہ طیبی و ملاعلی القاری کی عبارت یہ ہے :" فالمعنى : أنه سيأتيكم عمال يطلبون منكم زكاة أموالكم ، والنفس مجبولة على حب المال ، فتبغضونهم و تزعمون أنهم ظالمون ، وليسوا بذلك ، و قوله : عدلوا و ظلموا مبنى على هذا الزعم ، ولوكانوا ظالمين في الحقيقة والواقع كيف يأمرهم بالدعاء لهم بقوله: ويدعو لكم .(۲)

لہٰذا اس حدیث کو ظالم و فاسق امراء سے کوئی تعلق نہیں، اور حدیث کی یہ مراد ہی نہیں تو اس سے اس بات پر استدلال کہ فاسق امراء کو زکاۃ دی جاسکتی ہے یا دینا چاہئے، صحیح نہیں۔

ان کی ایک دلیل یہ روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت ابوصالح نے کہا کہ میرے پاس کچھ مال جمع ہوگیا تو میں ابن عمر، ابوہریرہ، ابوسعید اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کی خدمت میں الگ الگ آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس مال جمع ہوگیا ہے اور یہ امراء مال زکاۃ کو غلط مصرف میں لگاتے ہیں جسے آپ جانتے ہیں اور میں نے اس کا ایک مصرف تلاش کرلیا ہے، پس آپ کی کیا رائے ہے؟ تو ان سب نے کہا کہ زکاۃ ان امراء کے حوالے کردو۔(۳)

اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ وہ اپنی زکاۃ ان امراء کے پاس بھجواتے تھے، اور حضرت حذیفہ، حضرت سعید بن جبیر اور ابن عمر سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ سلطان کو زکاۃ دینے کے قائل تھے۔(۴)

---

(۱) شرح مشکوۃ طیبی :۴/۲۱، مرقات :۴/۱۳۱، عون المعبود:۴/۳۳۰ (۲) شرح مشکوۃ طیبی :۴/۲۱، مرقات :۴/۱۳۱ (۳) مصنف عبد الرزاق :۴/۴۶، وللفظ لہ، مصنف ابن ابی شیبہ :۲/۳۸۴، سنن بیہقی :۴/۱۱۵ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۳۸۴

اس سے یہ بتانا ہے کہ اگر چہ ظالم و فاسق امراء وحکام کو زکاۃ دینے کے سلسلہ میں ان روایات کی وجہ سے جمہور جواز کی طرف گئے ہیں، تاہم اس میں متعدد صحابہ وتابعین کا اختلاف ہے اور وہ حضرات اس قسم کے حکام کو زکاۃ دینے سے منع کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت سفیان ثوری نے کہا کہ حضرت ابن عباس، ابن المسیب، حسن بن ابی الحسن بصری، ابراہیم نخعی، محمد بن علی ابو جعفر، اور حماد بن ابی سلیمان، یہ سب حضرات کہتے تھے کہ ظلم وجور کرنے والے امراء کو زکاۃ نہ دو، حضرت سفیان نے کہا کہ حسن، ابراہیم، محمد بن علی، اور حماد کہا کرتے تھے کہ یہ امراء تجھ سے جو لے لیں وہ زکاۃ میں شمار کرلے اور حضرت سفیان کا بھی یہی قول ہے، امام عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معمر سے سنا ہے کہ یہ امراء تجھ سے جو لے لیں وہ زکاۃ میں کافی ہو جائے گا اور جو ان سے پوشیدہ رہے اس کو اس کے مصرف میں خرچ کردے۔(۱)

اسی طرح حضرت مکحول، حضرت طاؤس، میمون بن مہران، سعید بن المسیب، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن بصری، ابراہیم نخعی سے بھی روایات وارد ہوئی ہیں۔(۲)

بیہقی نے حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ اسامہ بن زید نے ان سے زکاۃ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ تم خود زکاۃ تقسیم کردو، اسامہ نے عرض کیا کہ کیا حضرت ابن عمر یہ نہیں کہتے تھے کہ سلطان کو ادا کرو؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! مگر میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ سلطان کو زکاۃ دی جائے۔(۳)

---

(۱) مصنف عبد الرزاق: ۴/۴۸ (۲) دیکھو: ابن ابی شیبہ: ۲/۳۸۶، مصنف عبد الرزاق: ۴/۴۶
(۳) سنن بیہقی: ۴/۱۱۵

ابن عمر کا مسلک اور مختلف روایات میں تطبیق

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں،بعض میں انھوں نے ان فاسق وظالم امراءکوزکاۃ دینے کی بات فرمائی ہےاوربعض روایات میں اس کے خلاف ہے،ان سے ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ اعرج کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے (اس بارے میں) پوچھا تو فرمایا کہ: ”اِدفَعُهَا إِلَيهِمُ وَإِنُ أَكَلُوُا بِهَا لُحُومَ الكِلَاب“ (ان امراءکودیدواگرچہ کہ وہ اس زکاۃ کے مال سے کتے کا گوشت ہی کیوں نہ کھائیں)اور جب لوگوں نے دوبارہ ان سے رجوع کیا تو کہا کہ:”اِدفَعُهَا إِلَيهِمُ وَإِنُ أَكَلُوُا بِهَا البِسَارَ“ (ان امراءکودیدواگرچہ کہ وہ اس سے گدری کھجوریں ہی کیوں نہ کھائیں)۔(۱)

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ قزعہ تابعی نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میرے پاس مال ہے، میں اس کی زکاۃ کس کے حوالے کروں؟ انھوں نے کہا کہ ان امراء کے حوالے کردو۔قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ پھر تو یہ لوگ اس سے کپڑے اور خوشبولیں گے،آپ نے کہا کہ اگرچہ کہ وہ کپڑے بنالیں یا خوشبو حاصل کریں تب بھی انہی امراءکوزکاۃ دو،لیکن اے قزعہ! تیرے مال میں زکاۃ کےعلاوہ بھی حق ہے۔(۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ:” ادفعوا زكاة أموالكم إلى من ولّاه الله أمرَكم ، فمن برَّ فلنفسه و من أثم فعليها“ (اپنے مالوں کی زکاۃ ان کے حوالے کروجن کواللہ نے تمہارے امور کا والی بنایا ہے، پس ان میں سے جو بھلائی کرے گا تو اس کا ثواب اسی کو ملے گا اور جو برائی کرے گا

(۱)ابن ابی شیبہ:۳۸۴/۲ (۲)ابن ابی شیبہ:۳۸۴/۲

تو اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا)(۱)

ایک اور روایت میں ان سے بسند صحیح آیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ:
"ادفعوها إليهم وإن شربوا بها الخمر"(ان امراء کو زکاۃ سپرد کردو اگرچہ کہ وہ اس سے شراب ہی کیوں نہ پیتے ہوں)(۲)

ان روایات میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ظالم و فاسق امراء ہی کو زکاۃ دینے کے لئے فرمایا ہے، اس کے برخلاف بعض روایات میں اس سے منع کیا ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنّف میں یہ روایت نقل کی ہے کہ:
''حضرت خیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے زکوۃ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ان امراء کے حوالہ کردو، خیثمہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے پھر ایک دفعہ سوال کیا تو فرمایا کہ زکوٰۃ ان امراء کے حوالہ نہ کرو؛ کیوں کہ یہ لوگ نماز کو ضائع کرتے ہیں۔(۳)

ان روایات میں حضرت ابن عمرؓ سے فاسق امراء کو زکوۃ دینے یعنی ان کے حوالہ کرنے کے بارے میں مختلف باتیں وارد ہوئی ہیں، ان میں تطبیق کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ آپ کو پہلے ان فاسق امراء کی حالت کا علم نہ ہوا ہو، بعد میں علم ہوا ہو، اس لیے اول اجازت دی پھر منع فرمایا ہو، یا یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے ان لوگوں کی حالت درست رہی ہو پھر بعد میں خراب ہوگئی ہو۔

لیکن راقم حقیر کے نزدیک تطبیق کی ایک اور صورت ہے، وہ یہ ہے کہ آپ نے جو امراء فساق ہی کو زکاۃ دینے کی بات فرمائی ہے، یہ اصل میں اس وجہ سے فرمایا تھا کہ فاسق امراء کی جانب سے وہ خوف محسوس کرتے تھے کہ اگر ان کا یہ فتوی ان کو

(۱) ابن ابی شیبہ: ۳۸۴/۲، سنن بیہقی: ۱۱۵/۴ (۲) سنن بیہقی: ۱۱۵/۴ (۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۶/۲

معلوم ہوا تو کہیں اذیت نہ دیں ،اس لئے جب وہ یہ محسوس کرتے کہ سائل قابل اعتماد ہے تو فرماتے کہ خود ہی فقراء میں تقسیم کردو اور جب سائل پر اعتماد نہ ہوتا تو فرماتے کہ ان امراء ہی کو دیدو ،اس توجیہ کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابان کہتے ہیں کہ میں حضرت حسن بصری کے پاس ابوخلیفہ کے گھر گیا جبکہ وہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں وہاں روپوش تھے،ان سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ کیا میں زکوۃ امراء کے حوالہ کردوں تو انھوں نے کہا کہ تو خود فقراء و مساکین میں دیدے، یہ سن کر حضرت حسن نے مجھ سے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ ابن عمر جب آدمی کو قابل اعتماد دیکھتے تو کہتے کہ خود ہی فقراء و مساکین میں دیدو۔(۱)

بہر حال اس سے اتنا معلوم ہوا کہ زکوۃ فاسق امراء کے حوالہ کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر کا اصل مسلک یہی ہے کہ ان کو نہ دیا جائے۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ یہاں آپ جن امراء کو زکوۃ دینے سے منع فرما رہے ہیں یہ وہ امراء ہیں جن کو شرعی طور پر امام و امیر تسلیم کیا جا چکا تھا اور ان کو فقراء و مساکین کے وکیل ہونے کی حیثیت بھی حاصل تھی اور ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ کی ادائیگی بھی یقینی تھی مگر اس کے باوجود آپ نے زکوۃ انکے حوالہ کرنے سے اس لیے منع فرمادیا کہ کہیں وہ اس کو ضائع نہ کریں۔ جب ان امراء کے بارے میں حضرت ابن عمر کا یہ فتوی ہے تو پھر اس ''لادینی حکومت'' کے سربراہوں کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا جو نہ تو امام و امیر ہیں، نہ فقراء و مساکین کے وکیل، اور نہ ہی ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ کی ادائیگی یقینی بلکہ ادا نہ ہونا یقینی ہے۔

(۱) مصنف عبدالرزاق:۴/۴۷

تیسری قابل غور بات یہ ہے کہ آپ نے منع کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ امراء نماز کو ضائع کرتے ہیں، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب یہ نماز جیسی اہم عبادت ضائع کرسکتے ہیں تو پھر زکوۃ بھی ضائع کرسکتے ہیں اور جیسے نماز میں غفلت اختیار کررہے ہیں، اسی طرح زکوۃ کے معاملہ میں بھی غفلت اندیشی کا مظاہرہ کرسکتے ہیں۔ اب ہماری اس لادینی حکومت اور اس کے سربراہوں کی حالت دیکھ کر اس کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اس ''لادینی بورڈ'' کو زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حکم سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔

ایک مسئلہ کی وضاحت

یہاں ایک مسئلہ کی وضاحت کردینا ضروری ہے، وہ یہ کہ فاسق امراء کو زکوۃ دینے کے سلسلہ میں ایک تو حضرت ابن عمرؓ اور دیگر حضرات کی وہ روایات ہیں جن میں زکوۃ ان ظالم و فاسق امراء کے حوالہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، دوسری بعض وہ روایات ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابۂ کرام سے فاسق امراء کو زکوۃ دینے کی اجازت وارد ہوئی ہے، مگر ان دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں؛ کیوں کہ جن روایات میں جواز وارد ہوا ہے اس جواز کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان فاسق امراء کو زکوۃ دیدی جائے تو زکوۃ ادا ہوجائے گی اور ذمہ سے اُتر جائے گی اور جن میں منع فرمایا گیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ فاسق امراء کو زکوۃ نہ دینا چاہئے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے بجائے ''اللہ اکبر'' کہنے کے ''اللہ اُجل'' یا ''اللہ کبیر'' یا ''اللہ الرحمٰن'' کہے تو نماز جائز ہوجائے گی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا کرنا درست ہے؛ کیوں کہ خود فقہاء نے اس کو مکروہ اور ایسی نماز کو واجب الاعادہ لکھا ہے بلکہ مطلب

یہ ہے کہ نماز اس کے ذمہ سے اتر جائے گی، اگر چہ اس طرح کرنے سے گنہ گار بھی ہوگا۔ اسی طرح فاسق امراء کو زکوۃ دینا تو ناجائز ہے لیکن اگر کوئی دے گا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی؛ کیوں کہ امراء تو فقراء کے وکیل ہیں جیسا کہ اوپر گزرا، لہٰذا ان کا قبضہ فقراء کا قبضہ شمار ہوگا۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ جن روایات میں منع کا حکم ہے وہ استحباب کے لیے ہے اور دیگر روایات میں جواز اپنی اصل پر ہے اور یاد رہے کہ فاسق امراء کو زکوۃ دینے کے بارے میں جو روایات آئی ہیں ان میں جہاں امر کا صیغہ ہے اس کو وجوب پر نہیں، جواز پر محمول کیا جائے گا؛ کیوں کہ کوئی بھی اس کے وجوب کے قائل نہیں۔(۱)

یہ سب فاسق امراء کے بارے میں کلام ہے؛ رہا یہاں کے امراء کا مسئلہ وہ تو اوپر واضح ہو چکا کہ زکوۃ ان کے حوالہ کرنا کسی حال میں درست نہیں اور نہ اس سے زکوۃ ادا ہوگی؛ کیوں کہ یہ نہ امیر ہیں نہ وکیل فقراء۔

ایک عظیم خطرہ

بعض موثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ زکوۃ بورڈ مسلمانوں سے زکوۃ وصول کر کے بینکوں میں محفوظ رکھے گا اور اس پر حاصل ہونے والے سود کو فقراء و مساکین و دیگر مصارف زکوۃ میں خرچ کرے گا، واللہ اعلم۔ ہر مسلمان سود کی شدید حرمت اور اسکی نجاست سے واقف ہے، کیا کسی مسلمان کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اس طرح اپنے مال کو نجس بنائے اور کیا کسی کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اس مال سے اپنی پرورش کرے؟

---

(۱) دیکھو اعلاء السنن: ۹/۴۵

افسوس کہ زکوۃ جیسی عظیم الشان عبادت کو یہ لوگ نجاست میں ملا کر برباد کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو حلال کے بجائے حرام مال کھلانا چاہتے ہیں۔ پھر یہ بھی قابل غور بات ہے کہ ان لوگوں کی زکوۃ کا کیا ہوگا جنہوں نے عبادت سمجھ کر دیا تھا؟ بینک میں محفوظ رکھنے سے وہ ہرگز ہرگز ادا نہ ہوگی بلکہ مصارف میں خرچ کر دینا بھی ضروری ہے، کیا یہ عظیم خطرہ کی بات نہیں؟ کیا اس خطرہ کے ہوتے ہوئے بھی کوئی یہ جرأت کرسکتا ہے کہ اس بورڈ میں زکوۃ دے؟ واقعی کوئی مسلمان اس قسم کی غلطی ہرگز ہرگز نہیں کرسکتا۔

غیر ملک میں مقیم ہندوستانیوں کا مسئلہ

اب رہا غیر ملک میں مقیم ہندوستانیوں کا مسئلہ، ان کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ انہیں زکوۃ کی ادائیگی میں دشواری محسوس ہورہی ہے، ہمارے سامنے وہ دشواریاں نہیں آئیں ہیں کہ ان پر کچھ اظہار خیال کیا جائے، اس لیے اتنا کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ لوگ اپنے ان رشتہ داروں کو جو ہندوستان میں مقیم ہیں، زکوۃ کی رقم بھیج دیں اور ان کے ذریعہ سے مصارف زکوۃ میں ان کو صرف کردیں یا خود ہی مستحق افراد کو روانہ کردیں؟ ظاہر ہے کہ اس میں کوئی دشواری نہیں۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اولاً: تو اس لادینی حکومت کو یہ اختیار نہیں کہ مسلمانوں سے زکوۃ وصول کرے؛ کیوں کہ یہ حق صرف امام المسلمین وامیر المؤمنین کو ہے، ثانیاً: مسلمانوں کو بھی یہ اجازت نہیں کہ اپنی رضا سے بھی زکوۃ اس بورڈ کے حوالہ کریں، اس لیے ہم ایک طرف حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس

منصوبہ پر نظر ثانی کرے اور جلد سے جلد اس کی منسوخی کا فیصلہ کرے اور دوسری طرف مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز اپنی زکوۃ اس بورڈ کے حوالہ کرنے کی غلطی نہ کریں، ورنہ زکوۃ ضیاع کے خطرہ میں پڑ جائے گی۔

فقط

محمد شعیب اللہ عفی عنہ

مدرسہ مسیح العلوم، بیدواڑی، بنگلور

تمت